گیتانجلی(اُردو منظوم ترجمہ)ازشاہنوازؔ زیدی کا تجزیاتی مطالعہ

رانی بیگم استاد شعبہ اردو ویمن یونیورسٹی مردان

Abstract

Shahnawaz Zaidi is a renowned artist, graphic designer and poet in Pakistan. He was born in 1948 and served in University College of Art and Design, Punjab University for 29 Years. Due to his major contributions to art, Shahnawaz Zaidi was awarded "Tamgha e Imtiaz" and "Tamgha Husn-e-Karkardagi " from the Government of Pakistan. His book " Geetanjli" got published in 2005 which is the translation of a book, " Geetanjli" written by a Bengoli poet whose name is Rabindar Nath Tigor. This book is a collection of songs and poems sung in the praise of God. With the best selection of words and tone for the translation of Geetanjli, Shahnawaz has done a tremendous job in portraying the feelings and sentiments of Tigore. This article throws light on the capabilities of Shahnawaz Zaidi as a poet translator.

شاہنوازؔ زیدی کی کتاب "گیتانجلی (منظوم ترجمہ)" بنگالی شاعر رابندر ناتھ ٹیگور کی نظموں اور گیتوں پر مشتمل کتاب "گیتانجلی" کا اُردو منظوم ترجمہ ہے۔ "گیتانجلی" رابندر ناتھ ٹیگور کا وہ ادبی شاہکار ہے جس پر انہیں ۱۹۱۳ء میں دُنیا کا سب سے بڑا اعزاز "ادب کا نوبل پرائز" دیا گیا۔ ٹیگور نے یوں تو علم و ادب کا ایک بہت بڑا سرمایہ چھوڑا ہے لیکن "گیتانجلی" اُن کی شناخت بن چکی ہے۔

۱۹۱۲ ء میں سفر انگلستان کے دوران ٹیگور نے بنگالی زبان میں لکھی ہوئی نظموں کے مجموعے "گیتا نجلی" کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا تو اُن کی مقبولیت پوری دُنیا میں پھیل گئی اور مختلف زبانوں میں "گیتا نجلی" کے تراجم ہونے لگے۔ اُردو زبان میں "گیتا نجلی" کا پہلا ترجمہ نیاز فتح پوری نے ۱۹۱۴ء میں کیا۔ اس کے بعد جوشؔ ملیح آبادی اور فراقؔ گورکھپوری نے بھی اُردو میں اسے ترجمہ کیا۔ لیکن یہ سب نثری تراجم تھے۔ البتہ ان نثری تراجم نے اُردو مترجمین کو ایک اساس ضرور مہیا کی۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بجنوری، عبدالعزیز خالد، سید ظہیر عباس، ڈاکٹر سہیل احمد فاروقی، انور جلالی اور شاہنواز زیدی وغیرہ نے اس کے منظوم ترجمے کیے۔ ان سب کی کاوشیں قابلِ تحسین ہیں۔ تقریباً ہر مترجم نے نظموں اور نغموں کی ترتیب وہی رکھی ہے جو انگریزی گیتا نجلی کی ہے۔ زیادہ اُردو تراجم ہندوستان میں ہوئے ہیں۔ پاکستان میں عبدالعزیز خالد اور شاہنواز زیدی کے علاوہ کوئی خاص نام نظر نہیں آتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس کتاب میں ایسا کیا ہے کہ دوسری زبانوں کے ادیب وشاعر اس کا ترجمہ کرنے پر مجبور ہو گئے اور اکیسویں صدی میں بھی یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ پروفیسر وہاج علوی لکھتے ہیں۔

"گیتا نجلی کے نغموں میں خدا تک پہنچنے کی آرزو، اس سے شرفِ ہمکلامی اور ہم آغوشی کی تمنا، التجا، التماس، نارسائی کا شکوہ غرض کہ عبد و معبود کے پیچ رشتوں کا تسلسل ہے۔"[۱]

موجودہ دور، سائنسی دور ہے جہاں انسان کے پاس پُرتعیش زندگی گزارنے کی تمام تر سہولیات موجود ہیں لیکن اس کے باوجود انسان ذہنی ناآسودگی کا شکار ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مادیت روحانیت پر غالب آ گئی ہے۔ چنانچہ آج کے دور میں گیتا نجلی کی ضرورت و اہمیت پہلے کی نسبت زیادہ محسوس کی جا رہی ہے۔ گیتا نجلی دراصل انسان اور خدا کے درمیان محبت کا ایسا احساس ہے جو کسی مذہب سے مخصوص نہیں ہے۔ اس کتاب کے متعلق انورؔ جلال پوری لکھتے ہیں:

"اس کو پڑھیے تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی صوفی اپنے وجد کی آخری منزل میں پہنچ کر کچھ ایسے الفاظ منہ سے نکال رہا ہے جنہیں صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ گیتا نجلی مادیت سے پریشان لوگوں کے لیے ایک روحانی

غذا ہے۔ یہ کتاب روحانیت اور انسانیت کے امتزاج کا نغمہ ہے۔" ۲؎

جبکہ شاہنواز زیدی لکھتے ہیں:

"گیتا نجلی مناجات ہے جو ذاتِ واحد کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہے۔" ۳؎

شاہنواز کی کتاب "گیتا نجلی (منظوم ترجمہ)" ۱۰۳ نظموں پر مشتمل ہے جو ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی۔ اسے شاہنواز کی بہترین کاوش کہا جا سکتا ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسے ترجمہ کرنے میں شاہنواز نے کتنی محنت اور ریاضت سے کام لیا ہو گا۔ کسی اور کے خیالات و جذبات کی ترجمانی اپنی زبان میں شاعری کی صورت میں کرنا آسان کام نہیں۔ یقیناً اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے سخت محنت کے ساتھ ساتھ ایک طویل عرصہ بھی درکار ہوتا ہے۔ اس حوالے سے شاہنواز زیدی کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"یہ ۱۹۷۸ء کی بات ہے میں نیروبی یونیورسٹی میں پڑھاتا تھا، جب میرے دوست منظور الحق ہاشمی کی بیٹی راحت نے مجھے ٹیگور کی کلیات کا ایک نسخہ تحفتاً دیا۔ ٹیگور نے خود اپنی نظموں کا ترجمہ انگریزی میں کیا تھا۔ تجسس تو تھا ہی کہ آخر وہ کیا کام تھا جس پر انہیں نوبل پرائز دیا گیا، میں نے کتاب تین دن میں ختم کر ڈالی۔ لیکن نہیں۔ اسے میں آج تک ختم نہیں کر سکا۔ بھوت بن کر چمٹ گئی ہے مجھے۔ اسی سال میں نے گیتا نجلی کا ترجمہ شروع کیا۔ چند سالوں میں کافی کام ہو گیا۔ ۔۔اسی طرح ۲۷ سال گزر گئے، قطرہ قطرہ رس جمع کرتے ہوئے۔" ۴؎

اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہنواز زیدی نے گیتا نجلی کا ترجمہ ۱۹۷۸ء میں شروع کیا تھا اور کتاب ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی۔ گویا ۲۷ سال کے عرصے میں کتاب مکمل ہوئی۔

شاہنواز کی "گیتا نجلی (منظوم ترجمہ)" اور اس کے شعری محاسن پر بحث کرنے سے پہلے ٹیگور کے نظریات و تصورات کا جاننا ضروری ہے جو اُن کی شاعری کا محرک بنے۔ اس سلسلے میں دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ بنگال کی "ویشنو پداولی" (گیتوں کا مجموعہ، جس میں بھگوان رادھا کرشن کے

پریم کا بیان ہوتا تھا) کا رجحان بھی اُن پر اثر انداز ہوا۔ یہ قرونِ وسطیٰ میں بنگلا ادب کے پندرھویں سے سترھویں صدی پر محیط ایسا دور ہے جس میں رادھا کرشن پریم کے مضمون پر مشتمل "ویشنو کاویہ" کو بنگال میں خاصا عروج حاصل ہوا۔ اس رجحان کے تحت تخلیق ہونے والی شاعری کی جڑیں عشقِ الٰہی میں پیوست تھیں۔ "وشنویت" کے متعلق ڈاکٹر سہیل احمد فاروقی لکھتے ہیں:

> "بنگال میں "وشنویت" کے عروج کا سہرا سری چیتنیہ (۱۴۸۶ء تا۱۵۳۳ء) کے سر جاتا ہے۔ اُن کی گہری روحانیت نے لوگوں کو اس قدر متاثر کیا کہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں ایک تحریک چل پڑی۔ چیتنیہ کا اصرار اس نکتے پر تھا کہ نجات کا واحد ذریعہ ذکرِ خداوندی ہے اور جذبے کے وفور سے گائے ہوئے نغمے انسان پر سرمستی کی کیفیت طاری کر دیتے ہیں۔"۵؎

صوفیوں کی اصطلاح میں ہم اسے جذب و حال اور سماع کے معنوں میں لے سکتے ہیں۔ اسی طرح ذکر اور ورد، سمرن اور نام کا جپ جیسی اصطلاحات اور مشاغل مختلف عقائد و مذاہب میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہیں، جس میں انسان دنیا سے کٹ کر روحانیت کی راہ اختیار کر لیتا ہے اور اپنے خالق کے ذکر و عبادت میں محو و مست رہتا ہے۔ اسلام میں اسے صوفی ازم یا تصوف کا نام دیا جاتا ہے۔ "گیتا نجلی" میں رابندر ناتھ ٹیگور اسی سلسلے کی ایک کڑی نظر آتے ہیں۔

"گیتا نجلی (منظوم ترجمہ)" کے حوالے سے بات کی جائے تو شاہنوازؔ کی سب سے بڑی خصوصیت اس زبان کا استعمال ہے جو ہندی اُردو کا امتزاج ہے۔ نظموں میں ہندی الفاظ بکثرت استعمال کر کے شاہنوازؔ نے ٹیگور کے اندازِ بیان سے قریب تر ہونے کی کوشش کی ہے۔ ٹیگور کی اپنی زبان بنگالی تھی، اس لیے اُن کے انداز تک پہنچنے کی یہی بہترین صورت ہو سکتی تھی۔ شاہنوازؔ نے بڑی خوبی کے ساتھ ہر نظم کو اُسی انداز اور لب و لہجے میں ترجمہ کیا ہے جو انداز ٹیگور نے اپنایا ہے۔ گیتا نجلی کی بعض نظموں میں ٹیگور نے اپنے آپ کو پجارن کے روپ میں پیش کیا ہے اور وہاں ان کا لہجہ اور الفاظ زنانہ ہیں۔ شاہنوازؔ نے ترجمہ کرتے وقت ایسی نظموں میں عورت کی زبان میں ہی بات کی ہے۔ انہوں نے ترجمے میں تخلیقی زبان کے ساتھ تشبیہات و استعارات اور علائم کا استعمال بھی اس طرح سے کیا ہے کہ زبان کی یہ آرائش و زیبائش ٹیگور کے مشاہدات و محسوسات اور اُن کے ترجمے کے درمیان فاصلے کا سبب نہیں بنتی۔ مثلاً

"بھیک مانگنے
اک دروازے سے دوجے دروازے تک
جب گاؤں کی راہ میں نکلی میں
میں نے دیکھا
اک سپنے کی طرح رنگیلا
دُور تمہارا اُونچا رتھ
لگا کہ اب دن پھر جائیں گے
اب بن مانگے دان ملے گا
سونا خاک پہ رُل جائے گا"[۶]

شاہنواز کی اسی خصوصیت کے بارے میں شہزاد احمد لکھتے ہیں:

"ٹیگور کا ترجمہ کرتے ہوئے انہوں نے متن کے قریب رہنے کی کوشش کی ہے۔ عام طور پر اُردو تراجم میں ایسا نہیں کیا جاتا ہے۔ یہ اسی طرح کی روایت ہے جو مذہبی کتابوں کا ترجمہ کرتے وقت پیشِ نظر رکھی جاتی ہے۔"[۷]

"گیتا نجلی" کی تمام نظمیں دراصل خدا کی محبت میں گائے ہوئے رومانوی، وجد آفرین اور مترنم نغمات ہیں۔ اس لیے ان نظموں اور نغموں کا ترجمہ غنائیت اور موسیقیت کا متقاضی تھا اور یہی وہ خصوصیت ہے جو تمام مترجمین کے پیشِ نظر رہی ہے۔ شاہنواز چونکہ ٹیگور کی طرح موسیقی کے دلدادہ اور ایک گلوکار و موسیقار ہیں، اس لیے "گیتا نجلی (منظوم ترجمہ)" کی نظموں میں موسیقیت و غنائیت واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ موسیقیت پیدا کرنے کے لیے شاہنواز نے بڑی خوبی سے الفاظ اور مصرعوں کی تکرار سے کام لیا ہے۔ مثلاً

"مجھے تُو چاہیے بس تُو
مجھے سو بار کہنے دے
مری ہر آرزو اس کے علاوہ کتنی جھوٹی کتنی خالی ہے

یہی اک بات میرے لب پہ رہنے دے
مجھے تُو چاہیے بس تُو
کہ جیسے رات اپنے من میں
کرنوں کی تمنا کو چھپاتی ہے
مرے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے بس یہی آواز آتی ہے
مجھے تُو چاہیے بس تُو"۸؎

شاہنوازؔ کے ہاں الفاظ کے چناؤ اور ان کی ترتیب سے بھی موسیقیت کا عنصر جنم لیتا ہے۔اس طرح سوز و ساز مل کر ایک ایسا آہنگ پیدا کرتے ہیں کہ سُننے والے پر اس کے صوتی اثرات نمایاں ہوتے چلے جاتے ہیں۔گلزارؔ صاحب شاہنوازؔ کے متعلق لکھتے ہیں:

"ایک اور بات زیدی صاحب اور ٹیگور کو میرے حساب سے لازم و ملزوم بناتی ہے،وہ ہے دونوں کے مزاج کی موسیقیت!شاید یہی وجہ ہے کہ زیدی صاحب ٹیگور کی لے اور تال سے بچ نہیں سکے اور منظوم ترجمے کا فیصلہ کیا اور ترجمہ اس خوبصورتی سے بحر میں باندھا ہے کہ کہیں کوئی کھینچ تان محسوس نہیں ہوتی۔"۹؎

چونکہ روحانیت کا تعلق خارجیت سے زیادہ داخلیت سے ہوتا ہے،اس لیے الوہی نغمات ہوں یا روحانی باتیں،اگر دل میں گداز نہ ہو تو انہیں سمجھنا اور ترجمہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔اگر دل میں سوز و گداز ہی نہ ہو تو انسان محسوسات سے عاری اور عشقِ حقیقی کی حدوں کو چھونے سے قاصر رہتا ہے ۔قدرت نے شاہنوازؔ کو بلند فکری کے ساتھ ساتھ دردمندی سے بھی نوازا ہے۔انہوں نے "گیتا نجلی "کے ترجمے کو لفظ و معنی کے ساتھ ساتھ سوز و گداز کی آنچ بھی دی ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاہنوازؔ نے ٹیگور کی تمام کیفیات کو محسوس کرکے "گیتا نجلی"کا ترجمہ کیا ہے۔اسی لیے اُن کے ہاں ٹیگور کی تمام کیفیات اور قلبی احساسات کو آسانی سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔مثال ملاحظہ کیجیے:

"میں تھک کر اپنے بستر پر پڑا تھا
سوچتا تھا
کام پورے ہو چکے

اب کچھ نہیں ہو گا
مگر جب اگلے دن جاگا تو کیا دیکھا
کہ سارا باغ پھولوں سے بھرا ہے
اور تُو ہر اک میں بیٹھا مسکراتا ہے"۱۰

ٹیگور کے ہاں فطرت سے گہرے لگاؤ کا احساس ملتا ہے۔ وہ جب خدا کی محبت کے گیت گاتے ہیں تو اُسے مناظر فطرت میں تلاش کرنے اور پانے کی جستجو بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ خالصتاً محسوسات کے شاعر ہیں، اس لیے ان کی شاعری کو سمجھنے کے لیے اُڑتے پرندوں، لہلہاتے کھیتوں، مٹی کی خوشبو، بدلتے ہوئے موسموں اور دیگر خارجی کیفیات کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ فراق گورکھپوری "گیتانجلی" کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اِن گیتوں میں انسانی روح فطرت کی روح سے آنکھ مچولی کھیلتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور مادی کائنات کی خارجی و داخلی وحدت کا وجد آفرین احساس ہونے لگتا ہے۔"۱۱

ایک صوفی شاعر ہونے کی حیثیت سے ٹیگور کو فطرت سے والہانہ محبت ہے اور فطرت کا ہر نظارہ اسے اپنی طرف ضرور متوجہ کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی ایک نظم میں خدا کی کھوج میں نکلتے وقت راستے میں پیش آنے والی مختلف کیفیات اور فطرت کے حسین مناظر کا بیان بڑی تفصیل سے کیا ہے ۔شاہنواز کے الفاظ میں اس منظر کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

"سحر دم کی سمندر خامشی
چڑیوں کی آوازوں سے ٹوٹی
حسین پگڈنڈیوں پر پھول مسکائے
ہوا نے بادلوں میں ہر طرف سونا لُٹایا
فضا میں دھوپ پھیلی
آفتاب اوپر اٹھا
مرغابیاں سائے میں گھس کر سو گئیں
بس خشک پتے دن کی گرمی میں ہمارے ساتھ اڑتے تھے

گھنے بڑ کے درختوں کے تلے بھیڑوں کے گلہ بان تھک کر اُونگھتے تھے
درختوں کی ہری جھالر نے میرے دل پہ چھاؤں کی
تو میں اپنے سفر کا سارا مقصد بھول کر
سایوں کے ان ٹھنڈک بھرے گیتوں میں کھو کر رہ گیا"۱۲۔

صبح کی خاموشی، چڑیوں کی چہچہاہٹ، پگڈنڈیاں، ہوا، بادل، طلوعِ آفتاب، دھوپ، گرمی، مرغابیاں ،سائے، خشک پتے، گھنے درخت، بھیڑوں کے گلے، درختوں کی چھاؤں غرض منظر کو پوری جزئیات کے ساتھ بیان کرنے میں شاہنواز کو ملکہ حاصل ہے۔ وہ کمال مہارت سے منظر کو ایک مصور کی طرح ذہنوں پر منقش کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بنیادی طور پر ایک فنکار ہیں اور فطری مناظر سے والہانہ لگاؤ رکھتے ہیں۔ اسی وصف کی بنا پر انہوں نے فطری مناظر کو اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ فطرت کی حسین تصویریں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں اور قاری ان کے سحر میں کھو جاتا ہے۔

"گیتانجلی (منظوم ترجمہ) کی ایک اور نمایاں خصوصیت اختصار و جامعیت ہے۔ شاہنواز نے ٹیگور کے خیالات کی ترسیل کے لیے پُرپیچ راستوں سے گزرنے سے اجتناب کیا ہے اور طوالت کے بجائے انتہائی سادہ اور مختصر انداز اختیار کیا ہے۔ انہوں نے ٹیگور کے ہر گیت کو پڑھا ہے، سمجھا ہے اور پھر انتہائی مختصر مگر جامع الفاظ میں ٹیگور کے مدعا کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

مثال کے طور پر ٹیگور کے ایک گیت کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ وہ بچہ جسے شاہزادوں کے کپڑوں سے سجایا گیا ہو اور جس کی گردن میں جواہرات کے ہار ڈال دیے گئے ہوں، اُسے کھیل میں کوئی مزہ نہیں آتا۔ اُس کی پوشاک ہر قدم پر اُس کے لیے رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اس ڈر سے کہ کہیں اُس کی پوشاک گِھس کر چُرمریا میلی نہ ہو جائے، وہ دوسروں سے الگ تھلگ رہتا ہے۔ اس نظم کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

"بچے کو خلعت پہنا دو
زیورات سے گردن بھر دو
پھر وہ کیسے کھیل سکے گا
اس کے کپڑے قدم قدم پر ننھے پیروں سے اُلجھیں گے

کہیں لباس مسل نہ جائے

اس پر مٹی نہ لگ جائے

اس ڈر سے وہ دُنیا بھر سے دور رہے گا"۱۳؎

انتہائی آسان اور مختصر الفاظ میں شاہنواز نے نظم کو اس طرح سے ترجمہ کیا ہے کہ عام پڑھے لکھے قاری کو بھی سمجھ آجاتی ہے۔ غرض شاہنواز نے ٹیگور کی "گیتا نجلی" کا ترجمہ کرتے وقت الفاظ سے زیادہ اس کی معنویت کو پیشِ نظر رکھا ہے اور اصل کی روح کو ترجمہ میں منتقل کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا ترجمہ اصل سے قریب تر ہے اور یہی خصوصیت شاہنواز کے ترجمے کو منفرد بناتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ پروفیسر وہاج علوی، دیباچہ، گیتان جلی از ڈاکٹر سہیل احمد فاروقی، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۲۰۱۳ء، ص ۲۳

۲۔ انور جلال پوری، پیش لفظ "اردو شاعری میں گیتا نجلی"، دہلی، عرشیہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص ۱۲

۳۔ شاہنواز زیدی، پیش لفظ، "گیتا نجلی" (اردو منظوم ترجمہ)، لاہور، حافظ جمیل پریس، ۲۰۰۵ء، ص ۱۰

4۔ ایضاً، ص ۹

۵۔ ڈاکٹر سہیل احمد فاروقی، عرضِ مترجم، گیتا نجلی، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۲۰۱۳ء، ص ۱۷

۶۔ گیتا نجلی، (اردو منظوم ترجمہ)، ص ۹۹

۷۔ شہزاد احمد، فلیپ "گیتا نجلی (اردو منظوم ترجمہ) از شاہنواز زیدی

۸۔ گیتا نجلی (اردو منظوم ترجمہ) ص ۷۳

۹۔ ایضاً، ص ۷۹

۱۰۔ گلزار، دیباچہ، گیتا نجلی (اردو منظوم ترجمہ) از شاہنواز زیدی، ص ۸

۱۱۔ گیتا نجلی (اردو منظوم ترجمہ) ص ۱۷۰

۱۲۔ فراق گورکھپوری، رابندر ناتھ ٹیگور کی شاعری پر طائرانہ نظر، مشمولہ مغربی بنگال ٹیگور نمبر، یکم مئی تا ۱۵ جولائی، ۲۰۱۰ء

۱۳۔ گیتا نجلی (اردو منظوم ترجمہ)، ص ۹۴